یروشلیم کی مجلس

اوراعمال ۱۵ باب کا تاریخی و تحقیقی جائزہ

An Inquiry of Acts 15 and the Council of Jerusalem

By Hunain Wakas Khan

تحریر: حنین وقاص خان

شالوم علیخم
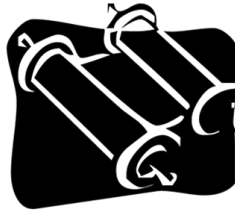
خُداوند یسوع کے عظیم کفارہ پر ایمان لا کر نجات پانے والے نئے مسیحی کی زندگی کا بنیادی نکتہ یہی سوال ہوتا ہے کہ "اب کیا۔؟" یعنی نجات پانے کے بعد کیا کیا جائے۔؟ مسیحی ایماندار کی زندگی کیسی ہو۔؟ اُسے مسیح کی مانند بننے کے لئے کس چیز کی ضرورت ہے۔؟ کون سا عمل یا طریقہ کار اسے خُداوند یسوع کا حقیقی شاگرد بنا سکتا ہے۔؟ اور اس مسیحی زندگی میں نجات پانے کے بعد شریعت یعنی توریت کا کیا مقام ہے۔؟ کیا اس پر من و عن عمل کیا جائے۔؟ یا اسے منسوخ یا تمام ہو چکی مان کر عہد عتیق کی تاریخی کتاب سمجھ لیا جائے۔؟ ایسے ہی سوالات کا سامنا آج سے تقریباً ۲ ہزار سال قبل انطاکیہ کی کلیسیاء کو بھی تھا جس پر انہوں نے یروشلیم کی صدر کلیسیاء سے رہنمائی چاہی اور مسیحی تاریخ کی پہلی مجلس کا انعقاد ہوا۔ یہ تمام واقعہ کتاب مقدس میں رسولوں کے اعمال ۱۵ باب میں درج ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ عصر حاضر میں غیر یہودی مسیحی ایمانداروں کیلیئے مقدس رسولوں اور شاگردوں کے واضح اور صریح فیصلہ کو یکسر نظر انداز کیا جاتا ہے اور اس مجلس میں پطرس اور یعقوب رسول کے بیانات کو توڑ مروڑ کر اپنی مرضی کے معانی اخذ کیے جاتے ہیں۔ اعمال ۱۵ کی عمومی تشریح یہی کی جاتی ہے کہ رسولوں کا غیر یہودی ایمانداروں کے لئے فیصلہ یہ تھا شریعت یعنی توریت کے احکام کا بھاری بوجھ ان پر نہ ڈالا جائے کیونکہ یہ بوجھ کوئی اٹھا نہیں سکتا لہذا یہ ایماندار صرف چند احکامات پر عمل کرنے کہ پابند ہیں کیونکہ شریعت پوری (یا منسوخ) ہو چکی۔

پر کیا ایسا ممکن ہے؟ کیا یہودی رسولوں کا غیر یہودی ایمانداروں کیلیئے یہی فیصلہ تھا؟ کیا خُدا کا کلام کسی پر بھاری بوجھ اور جُوا ہو سکتا ہے جس پر کوئی چاہ کر بھی عمل نہیں کر سکے؟ آیئے کتاب مقدس کی روشنی میں ان پیچیدہ سوالات کے حل تلاش کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ رسولوں کا غیر یہودی ایمانداروں کے لئے شریعت کے متعلق کیا فیصلہ ہے!

• مدعاِ بحث

عزیز قاری، کسی بھی تحریر کو درست انداز میں سمجھنے کیلیئے سب سے اہم چیز اُس تحریر کے پس منظر سے واقفیت ہے۔ پس منظر سے مراد وہ حالات، واقعات، الفاظ و خیالات ہیں جن میں کوئی مخصوص چیز تحریر ہو[1]۔ اسی قائدہ کا اطلاق کتابِ مقدس پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے ہم کسی بھی تحریر کے چند الفاظ اپنی مرضی سے استعمال کرتے ہوئے انہیں تحریر کا حاصلِ کلام قرار نہیں دے سکتے۔ اسی طرح ہم کتاب مقدس کی چند آیات لے کر ان آیات مقدسہ سے نہ تو کوئی عقیدہ وضع کر سکتے ہیں نہ ہی کوئی نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں۔ ایسے کرنے کے لئے تمام کتاب مقدس کا ہمارے اخذ کردہ نتیجے، تاریخ اور آیات کے سیاق وسباق سے ہم آہنگ ہونا لازم ہے۔ بصورت دیگر ہمارے اخذ کردہ نتیجہ کی بنیاد کتاب مقدس نہیں ہو سکتی۔

یہ جاننے کے لئے کہ یروشلیم کی مجلس میں رسولوں کا فیصلہ کیا تھا پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ اس مجلس کے انعقاد کے پیچھے وجوہات کیا تھیں۔ یعنی یہ مجلس کس مدعا پر بحث کرنے کیلیئے طلب کی گئی تھی۔ اور یہ جاننے کے لئے ہمیں اس واقعہ کے پس منظر کی طرف رجوع کرنا لازم ہے۔

پھر بعض لوگ یہودیہ سے آکر بھائیوں کو تعلیم دینے لگے کہ موسیٰ کی رسم کے موافق تمہارا ختنہ نہ ہو تو تم نجات نہیں پا سکتے۔ اعمال ۱۵:۱

اعمال ۱۵:۱ ہمیں بے حد اہم معلومات فراہم کرتی ہے جو نہ صرف اس مجلس کے انعقاد کی وجہ پر روشنی ڈالتی ہیں بلکہ اس مجلس میں کئے گئے رسولی فیصلے کو سمجھنے میں بھی معاون ہیں۔ اعمال ۱۴:۲۶-۲۸ سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ پولوس اور برنباس رسول اپنے بشارتی سفر کے اختتام پر انطاکیہ پہنچے اور وہاں کی کلیسیاء کے ساتھ مدت تک رہے۔

اور وہاں سے جہاز پر اُس انطاکِیہ میں جہاں اُس کے کام کے لئے جو اُنہوں نے اَب پُورا کیا خُدا کے فضل کے سپُرد کئے گئے تھے۔ وہاں پُہنچ کر اُنہوں نے کلِیسیا کو جمع کیا اور اُن کے سامنے بیان کیا کہ خُدا نے ہماری معرفت کیا کچھ کیا اور یہ کہ اُس نے غیر قوموں کے لئے ایمان کا دروازہ کھول دِیا۔ اور وہ شاگردوں کے پاس مُدّت تک رہے۔ اعمال ۱۴:۲۶-۲۸

یہاں کچھ لوگ یہودیہ سے آکر بھائیوں (ایمانداوں) کو ایسی تعلیم دینے لگے جو تناخ،[2] (پرانہ عہد نامہ) خُداوند یسوع اور رسولوں کی تعلیم سے متضاد تھی۔ اور وہ تعلیم یہ تھی کہ غیر اقوام سے آئے ایمانداروں کو "نجات" پانے کے لئے ختنہ کروانا بھی ضروری ہے۔ اور جب تک وہ ختنہ نہ کروالیں وہ "نجات یافتہ" نہیں کہلا سکتے۔

یہ بات بہت اہم ہے، کیونکہ پہلی صدی کی یہودیت میں ختنہ امتیازی شکل اختیار کر چکا تھا جہاں مختون ہونا ابراہیمی عہود کی برکات اور آنے والے جہاں[1] میں میراث کی ضمانت اور نامختونی کو لعنت اور ناپاکی کی علامت تصور کیا جاتا ہے۔(افسیوں ۲ باب) پہلی صدی عیسوی کی فریسیت مائل یہودیت (Phariseecal Judaism) کا ماننا تھا کہ چونکہ خدا تعالیٰ کے عہود اسرائیل کے ساتھ باندھے گئے ہیں لہذا غیر اقوام کو" نجات" پانے کے لئے یہودیت کو قبول کرنا لازم ہے یعنی فریسی ربیوں کی تمام خود ساختہ روایات واحکامات کی پابندی اور غیر ضروری وغیر بائبلی رسومات کی ادائیگی کے بعد ہی غیر اقوام "نجات یافتہ" کہلا سکتے ہیں اور انکا آنے والے جہان میں داخلہ ممکن ہے۔ اور انہی خود ساختہ رسومات میں سے ایک یہودی بننے کے لئے ختنہ کروانا تھا۔ اسرائیلی اور غیر اسرائیلی کے دمیان کی اس دیوار کو عبور کرنے کا واحد طریقہ پروسلائٹ (نومرید) بننا تھا۔ الغرض، یہودیہ سے آئے لوگوں کی تعلیم یہ تھی ہی نہیں کہ غیر اقوام سے آئے غیر یہودی ایمانداروں کو شریعت پر عمل کرنا چاہئے یا نہیں۔ اسکے برعکس وہ یہ تعلیم دے رہے تھے کہ مسیح پر ایمان لانے کے باوجود "نجات پانے" کیلئے ختنہ یعنی یہودی نومرید[2] بننے کی ضرورت ابھی باقی ہے۔

سو یروشلیم کی مجلس جس مدعا پر بحث کرنے کے لئے جمع ہوئی تھی وہ یہ تھا کہ نجات کیسے ممکن ہے؟ خدا اور اسکے مسیح پر ایمان لا کر یا ربیوں کی پیروی کرتے ہوئے یہودیت کو قبول کر کے یعنی ختنہ کروانے سے؟ یہ سمجھ لینے کے بعد کہ اعمال ۱۵ کی مجلس کا انعقاد یہ طے کرنے کہ لئے نہیں ہوا تھا کہ غیر یہودی شریعت پر عمل کریں یا نہیں بلکہ اس مجلس کے انعقاد کی وجہ اس تعلیم کی مخالفت کرنا تھا کہ خُدا اور مسیح پر ایمان لانے کے علاوہ بھی کسی "عمل" کی ضرورت ابراہیمی برکات اور آنے والے جہاں میں شمولیت کے لئے باقی ہے۔ ہم اس مجلس میں کئے گئے فیصلے کو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ یہودیہ سے آئے لوگوں کی تعلیم تناخ (عہد عتیق) اور برِت خداشاہ (عہد جدید) دونوں سے متضاد تھی کیونکہ بائبل مقدس کی تعلیم میں نجات، رہائی، چھٹکارا اور ابدی اسلامتی صرف خُدا تعالیٰ پر ایمان لانے پر منحصر ہے۔ نجات خُدا تعالیٰ کی بخشش ہے جو اسکی طرف سے مفت تحفہ ہے۔ اس نجات کو پالینے کے بعد خُداوند اپنے خُدا سے اپنے سارے دل و جان سے محبت اسکے احکام کی اعطات و فرمانبرداری سے ظاہر کی جا سکتی۔

تاہم اپنے آپ سے کوشش کر کہ نجات پانے کی تعلیم کتاب مقدس کی نہیں۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کتاب مقدس میں ختنہ کے متعلق احکام موجود ہیں جنہیں بجا لانے کا حکم خُدا تعالیٰ نے باپ ابرہام اور انکی اولاد کو دیا۔ مگر کس حالت میں۔؟ ایمان کی حالت میں یا اعمال کی حالت میں۔؟ یقیناً ایمان کی حالت میں! کیونکہ لکھا ہے کہ :

ابرہام خُدا پر ایمان لایا اور یہ اسکے حق میں راست بازی گنا گیا۔

ختنہ کا حکم ایمان لانے اور راستباز ٹھہرائے جانے کے بعد کا ہے۔ ختنہ اس لئے تھا ہی نہیں کہ کسی کی نجات کا باعث ہو نہ ہی اسرائیل میں سے ہونا نجات کا باعث تھا بلکہ صرف خُداوند ابرہام کے خُدا، اضحاق کے خُدا اور یعقوب کے خُدا پر کامل ایمان ہی واحد وہ ذریعہ ہے جس سے ایماندار راستباز ٹھہرایا جاتا ہے۔

عزیز قاری! نجات کا تعلق مکمل طور پر خُدا تعالیٰ پر ایمان کے ساتھ ہے اور یہی تعلیم تمام تناخ یعنی توریت اور صحائف الانبیاء کی ہے اور رسول اسی تعلیم کے قائل تھے کہ نجات خواہ وہ جسمانی ہو یا روحانی صرف خُدا تعالیٰ پر ایمان لانے پر منحصر ہے شریعت، احکام، بپتسمہ، رفاقت و شراکت اس 'نجات' کا ظاہری ثبوت ہیں کہ آپ نجات پا چکے۔ چناچہ لکھا ہے کہ :

جو کوئی یہ کہتا ہے کہ میں اُسے جان گیا ہُوں اور اُس کے حکموں پر عمل نہیں کرتا وہ جھوٹا ہے اور اُس میں سچّائی نہیں۔ ہاں جو کوئی اُس کے کلام پر عمل کرے اُس میں یقیناً خُدا کی محبّت کامل ہو گئی ہے۔ ہمیں اِسی سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم اُس میں ہیں (ا یوحنا ۴-۵:۲)

یعقوب رسول کے مطابق اگر ہم "ایمان" سے نجات پانے کے باوجود اپنی زندگی خُدا کے کلام کے مطابق نہیں گذارتے تو ہمارا یہ "ایمان" بنا "اعمال" کے مردہ ہے۔

غرض جیسے بدن بغیر رُوح کے مُردہ ہے وَیسے ہی اِیمان بھی بغیر اعمال کے مُردہ ہے۔ (یعقوب ۲۶:۲)

خُدا کے حکموں پر عمل "نجات" کے لئے نہیں بلکہ خُدا سے محبت کا اظہار ہے۔ یوحنا رسول فرماتے ہیں کہ :

جب ہم خُدا سے محبّت رکھتے اور اُس کے حکموں پر عمل کرتے ہیں تو اِس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ خُدا کے فرزندوں سے بھی محبّت رکھتے ہیں۔ اور خُدا کی محبّت یہ ہے کہ ہم اُس کے حکموں پر عمل کریں اور اُس کے حکم سخت نہیں۔ (ا یوحنا ۲-۳:۵)

در حقیقت شریعت/توریت نجات پانے کیلئے نہیں بلکہ پہلے ہی نجات یافتہ لوگوں کو عطا کی گئی! پہلی فصح پر خُدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو مصر (عبرانی: متصرایم = دُہری مصیبت) سے برّہ کے خون کے وسیلہ رہائی بخشی اور پھر (یہودی روایت کے مطابق) فصح کے ۵۰ دن بعد پینتکوست یا عبرانی شاوتھ کہ دن کوہ سیناؔ کے نیچے شریعت اسکی مکمل صورت میں عطا کی۔ بالکل اسی طرح کی ایک فصح پر خُدا نے اپنے برّہ کے خون کے وسیلہ سے گناہ کی دہری مصیبت سے رہائی بخشی اور ٹھیک ۵۰ دن بعد پینتکوست کے دن ایمانداروں کے دلوں پر روح القدس نازل فرمایا جو ہمارے دلوں پر خُدا کی شریعت لکھتا ہے اور اسے ہمارے ذہنوں میں نقش کرتا ہے۔

اور میں تم کو نیا دل بخشونگا اور نئی روح تمہارے باطن میں ڈالونگا اور تمہارے جسم میں سنگین دل کو نکال ڈالونگا اور گوشتین دل تم کو عنایت کرونگا۔ اور میں اپنی روح تمہارے باطن میں ڈالونگا اور تم سے اپنے آئین کی پیروی کراؤنگا اور تم میرے احکام پر عمل کروگے اور ان کو بجالاوگے۔ (حزقی ایل ۲۶-۳۴:۲۷)

دیکھ وہ دن آتے ہیں خداوند فرماتا ہے جب میں اِسرائیل کے گھرانے اور یہوداہ کے گھرانے کے ساتھ نیا عہد باندھونگا۔ خداوند فرماتا ہے میں اپنی شریعت اُنکے باطن میں رکھونگا اور اُنکے دِل پر اُسے لکھونگا اور میں اُنکا خدا ہونگا اور وہ میرے لوگ ہونگے۔ (یرمیاہ ۳۱-۳۳:۳۱)

لہذا یروشلیم کی مجلس میں غیر یہودی مسیحیوں کے لئے گئے فیصلے کا تعلق کلام خُدا یعنی توریت پر عمل کرنے کے ساتھ ہرگز نہیں بلکہ یہودیت/فریسیت کے ماتحت اعمال سے نجات پانے کے متعلق تھا۔ اول، جیسا پہلے بیان کیا گیا ہے کہ یہ مجلس اس سوال کے حل کیلئے بلائی ہی نہیں گئی تھی کہ مسیحی ایماندار خُدا کے کلام (پہلی صدی یا کم از کم ۴۹ء تک جب یہ مجلس بلائی گئی "ایمانداروں کے پاس خُدا کا جو کلام موجود تھا وہ صرف تناخ یا "پرانہ عہد نامہ ہی تھا نئے عہد نامہ نے مکمل صورت پہلی صدی کے آخر میں آختیار کی) پر عمل کریں یا نہیں یا کلامِ خُدا کا کتنا حصہ قابل عمل ہے۔ بلکہ یہ مجلس "نجات من اعمال" کی غلط تعلیم کی مخالفت میں بلائی گئی تھی۔ دوئم، جن لوگوں (پطرس اور یعقوب) نے اس مجلس میں مرکزی کردار ادا کیا وہ تمام نہ صرف خود عمر بھر اسی "شریعت" پر عمل کرتے رہے بلکہ اسی پر عمل کرنے کی تعلیم بھی دیتے رہے۔

تُم اُن لوگوں کی طرح کلام بھی کرو اور کام بھی کرو جن کا آزادی کی شَرِیعَت کے موافِق اِنصاف ہو گا۔ (یعقوب ۲:۱۲)

بلکہ جِس طرح تُمہارا بُلانے والا پاک ہے اُسی طرح تُم بھی اپنے سارے چال چلن میں پاک بنو۔ کِیُونکہ لکھا ہے کہ پاک ہو اس لئے کہ میں پاک ہوں۔

(۱ پطرس ۱۶-۱:۱۵ مقابلہ کریں احبار ۱۱)

• آیات ۲ تا ۵

پس جب پولُس اور برنباس کی اُن سے بہت تکرار اور بحث ہُوئی تو کلیسیاء نے ٹھہرایا کہ پولُس اور برنباس اور اُن میں سے چند اَور شخص اِس مسئلہ کے لئے رَسُولوں اور بزرگوں کے پاس یروشلیم جائیں۔ پس کلیسیاء نے اُن کو روانہ کیا اور وہ غیر قوموں کے رُجوع لانے کا بیان کرتے ہُوئے فینیکے اور سامریہ سے گزرے اور سب بھائیوں کو بہت خوش کرتے گئے جب یروشلیم میں پہنچے تو کلیسیا اور رَسُول اور بُزرگ اُن سے خُوشی کے ساتھ ملے اور اُنہوں نے سب کچھ بیان کیا جو خُدا نے اُن کی معرفت کیا تھا۔ مگر فریسیوں کے فرقہ سے جو ایمان لائے تھے اُن میں سے بعض نے اُٹھ کر کہا کہ اُن کا ختنہ کرانا اور اُن کو موسیٰ کی شَرِیعَت پر عمل کرنے کا حکم دینا ضرُور ہے۔

جب پولوس اور برنباس کی یہودیہ سے آئے لوگوں کے ساتھ انکی تعلیم کو لے کر سخت بحث و تکرار ہوئی تو انطاکیہ کی کلیسیاء نے مناسب سمجھا کہ اس پیچیدہ معاملے کا حل یروشلیم کی صدر کلیسیاء میں تمام رسول اور شاگرد ایک ساتھ کریں۔ یہ ایک ایسا مسئلہ تھا جسکا سامنا یقیناً غیر یہودی مسیحیوں کو روزانہ کی بنیاد پر تھا کیونکہ تمام شاگرد اور مسیح خود "یہودی" تھے اور اس وقت تک "یہودی مسیح" کے ماننے والوں میں زیادہ تعداد یہودیوں کی تھی۔ اس بحث و تکرار کے بعد پولوس، برنباس اور یہودیہ سے آئے کچھ لوگوں میں چند یروشلیم کو روانہ ہوئے اور وہ ان تمام کلیسیاؤں میں جو فینیکے اور سامریہ میں موجود تھیں غیر اقوام کے بھاری تعداد میں خُدا کے کلام کو قبول کرنے کا بیان کرتے گئے۔ یروشلیم پہنچنے پر ان "یہودی مشنریوں" کا بھرپور استقبال کیا گیا اور خُدا کی طرف سے انکی معرفت کئے گئے عظیم کاموں کا بیان سنا گیا۔ اتنے میں چند فریسیوں

نے اٹھ کر کہا کہ اُن کا ختنہ کرانا اور اُن کو موسیٰ کی شریعت پر عمل کرنے کا حکم دینا ضرور ہے۔ان فریسیوں کا مواقف واضح نہیں،انکے متعلق دو آراء پائی جاتی ہیں۔اول: یہ یہودیہ کے آئے لوگوں کے ہی حامی تھے اور انہی کی تعلیم کی حمایت میں مجلس سے انکی تعلیمات کے نفاذ کا مطالبہ کر رہے تھے۔ دوئم: یہ فریسی پولوس ہی کی طرح (پولوس بھی اسی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے،دیکھئے: فلپیوں ۳: ۵ لفظ فریسی "عبرانی پیروشیم" عبرانی جڑ پراش פרש سے ماخوز ہے جسکے بنیادی معانی الگ کرنا یا جُدا کرنا ہیں،پہلی صدی کے آخر تک فریسی یہودیت کا ایک چھوٹا سا فرقہ ہی تھے تاہم دوسری صدی کے اوئل سے اس چھوٹے سے مگر کٹر فرقہ نے بتدریج اپنی صورت تبدیل کی اور آج یہی فریسیت "راسخ الاعتقاد ربنی یہودیت" Orthodox rabbinic Judaism کے نام سے مشہور ہے) یسوع پر ایمان لائے تھے اور پولوس کی ہی طرح انسانی تعلیمات کی مخالفت مگر خُدا کے کلام کو قائم رکھنے پر اسرار کر رہے تھے۔اگر یہ نظریہ درست ہے تو پولوس، برنباس اور یہ فریسی مسیحی ایک ہی مدعا پر قائم تھے اور انکی یہودیہ سے آئے لوگوں سے بحث صرف اس بات پر تھی کہ شریعت پر عمل کیوں کیا جائے۔؟ نجات پانے کے لئے یا خُدا کی فرمانبرداری کے لئے۔؟

• آیات ۶ تا ۹

پس رسُول اور بزرگ اِس بات پر غور کرنے کے لئے جمع ہُوئے۔اور بہت بحث کے بعد پطرس نے کھڑے ہو کر اُن سے کہا کہ۔اَے بھائیو! تُم جانتے ہو کہ بہت عرصہ ہُوا جب خُدا نے تُم لوگوں میں سے مجھے چُنا کہ غیر قومیں میری زبان سے خُوشخبری کا کلام سُن کر ایمان لائیں۔اور خُدا نے جو دِلوں کی جانتا ہے اُن کو بھی ہماری طرح روح القُدس دے کر اُن کی گواہی دی۔اور ایمان کے وسیلہ سے اُن کے دِل پاک کر کے ہم میں اور اُن میں کچھ فرق نہ رکھا۔

اس موضوع یعنی نجات من اعمال یا نجات من الایمان پر بہت غور و فکر کے بعد شمعون کیفا (پطرس رسول) اعمال ۱۰ باب کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور یہودیہ سے آئے غالباً مسیحی یہودیوں کی توجہ کُرنیلیس جو "خُدا ترس" رومی تھا کی طرف مبذول کرواتے ہیں کہ کیسے خُدا تعالیٰ نے پہلے پہل کیفا کی معرفت غیر اقوام کے لئے دِرِ نجات کھولا اور کرنیلیس اور اسکا گھرانے نے بِنا ختنے (بنا یہودی بنے) کے یہودی رسولوں کی ہی طرح روح القدس پایا۔(اعمال ۲) وہ مسیحی تحریک کا بنیادی اصول وضع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خُدا تعالیٰ یہودی ایمانداروں اور غیر یہودی ایمانداروں میں کوئی نسلی امتیاز نہیں کرتے کیونکہ جیسے پہلے یہودی" ایمان" لا کر مفت راستباز ٹھہرے بالکل اسی طرح غیر یہودی بھی صرف ایمان لانے سے ہی راست باز ٹھہرائے جائینگے۔یہ بات سمجھنا بے حد ضروری ہے،کیونکہ کرنیلیس سے پہلے تک کلیسیاء خالصتاً "یہودیوں" پر مبنی تھی اور غیر یہودیوں کا بِنا یہودی نو مرید (Proselyte) بنے یہودیوں کے برابر رتبہ پانا یہودی مسیحیوں کے لئے اچنبے کی بات تھی۔(اعمال ۱۸-۱۱:۱) تاہم غیر یہودی ایمانداروں کا بنا کسی نسلی امتیاز اور طرف داری کے اسرائیل میں پیوست ہونا (رومیوں ۱۱ باب افسیوں ۲ باب) اس بات کا اعلان تھا کہ یسوع کی خوشخبری کسی قوم تک محدود نہیں برعکس اسکے یہ خوشخبری قوموں (متی ۱۹:۲۸) ساری خلق (مرقس ۱۶:۱۵) بلکہ زمین کی انتہا تک کے لئے ہے (اعمال ۱:۸)

• آیات ۱۰ اور ۱۱

پَس اَب تُم شاگردوں کی گردن پر ایسا جُوا رکھ کر جسکو نہ ہمارے باپ دادا اُٹھا سکتے تھے نہ ہم خُدا کو کیوں آزماتے ہو؟۔
حالانکہ ہم کو یقین ہے کہ جِس طرح وہ خُداوند یِسُوع کے فضل ہی سے نِجات پائیں گے اُسی طرح ہم بھی پائیں گے۔

اکثر مسیحی علماء ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ یہاں "جوئے" اور "بوجھ" (آیت ۲۸) سے مراد خُدا تعالیٰ کا کلام یعنی موسوی شریعت ہے اور خود یہودی بھی اس جوئے اور بھاری بوجھ کو اٹھانے سے قاصر تھے اسی لئے یسوع نے شریعت کو پورا / منسوخ کر کہ ناقابلِ عمل بنادیا۔پر کیا ایسا ممکن ہے۔؟ کیا خُدا کا کلام ایسا بھاری بوجھ اور جوا ہے جسے کوئی اٹھا نہیں سکتا؟ ہر گز نہیں!!

کتاب مقدس میں خُداوند فرماتے ہیں کہ:

کیونکہ وہ حکم جو آج کے دن میں تجھ کو دیتا ہوں تیرے لیے بہت مشکل نہیں اور نہ وہ دور ہے۔ وہ آسمان پر تو ہے نہیں کہ تُو کہے کہ آسمان پر کون ہماری خاطر چڑھے اور اُسکو ہمارے پاس لا کر سُنائے تاکہ ہم اُس پر عمل کریں؟ اور نہ وہ سمندر پار ہے کہ تُو کہے کہ سمندر پار کون ہماری خاطر جائے اور اُسکو ہمارے پاس لا کر سُنائے تاکہ ہم اُس پر عمل کریں؟ بلکہ وہ کلام تیرے بہت نزدیک ہے۔ وہ تیرے منہ میں اور تیرے دل میں ہے اکہ تُو اُس پر عمل کرے۔ استثنا ۳۰: ۱۱-۱۴

یہی بات یوحنا سول اپنے خط میں روح کی تحریک سے فرماتے ہیں کہ :

جب ہم خُدا سے محبّت رکھتے اور اُس کے حکموں پر عمل کرتے ہیں تو اِس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ خُدا کے فرزندوں سے بھی محبّت رکھتے ہیں۔

اور خُدا کی محبّت یہ ہے کہ ہم اُس کے حکموں پر عمل کریں اور اُس کے حکم سخت نہیں۔ ا یوحنا ۵: ۲-۳

خُدا تعالیٰ کا کلام، اسکے منہ کی مقدس باتیں ہر گز بھاری یا مشکل یا سخت نہیں۔ زبور نویس لکھتا ہے کہ :

مَیں نے تیرے کلام کو اپنے دِل میں رکھ لیا ہے۔ تاکہ میں تیرے خلاف گناہ نہ کرُوں۔ اَے خُداوند! تُو مبارک ہے۔ مُجھے اپنے آئین سِکھا۔ زبور ۱۱۹: ۱۱

خُدا کی شریعت نُور (زبور ۱۱۹: ۱۰۵) راست (زبور ۱۹: ۸) کامل (زبور ۱۹: ۷) شہد سے میٹھی (زبور ۱۱۹: ۱۰۳) عجیب اور (زبور ۱۱۹: ۱۲۰) خوشنودی ہے (زبور ۱۱۹: ۱۷۴) لہذا خُدا کے کلام کو بوجھ کہنا کلامِ حق کی نفی ہے اور مقدس رسول کلامِ خُدا کی مخالفت نہیں کر سکتے۔ لفظ "جوا" اور "بوجھ" سے مراد خُدا کا کلام نہیں بلکہ "دینی تعلیمات" ہیں۔ جب ہم یہودی ادب کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ لفظ "جوا" اور "بوجھ" عبرانی زبان کے محاورات ہیں اور یہودی ادب میں ہمیں یہ محاورات بکثرت نظر آتے ہیں۔ مثلاً: شریعت کا جوا (مدراش رباہ خروج ۱۵: ۱۱-۱۳) خُدا کا جوا (مدراش رباہ خروج ۳۰: ۵) آسمان کی بادشاہی کا جوا (مدراش رباہ گنتی ۱۰: ۵) حکموں کا جوا (مشناہ، برخوت ۲: ۲)۔ نہ صرف یہ بلکہ نئے عہد نامہ میں بھی ہمیں ایسی ہی اصطلاحات نظر آتی ہیں، مثلاً یسوع نے فریسیوں پر تنقید کرتے ہوئے انکی تعلیمات اور افعال میں تضاد کے متعلق فرمایا کہ :

وہ ایسے بھاری بوجھ جِن کو اُٹھانا مشکل ہے باندھ کر لوگوں کے کندھوں پر رکھتے ہیں مگر آپ اُن کو اپنی اُنگلی سے بھی ہِلانا نہیں چاہتے۔ (متی ۲۳: ۴)

ایک اور جگہ یسوع بطور یہودی ربی (یوحنا ۳: ۲) اپنی "تعلیم" کے متعلق فرماتے ہیں کہ :

اَے محنت اُٹھانے والو اور بوجھ سے دبے ہُوئے لوگو سب میرے پاس آؤ۔ میں تُم کو آرام دُوں گا۔ میرا جوا اپنے اُوپر اُٹھا لو اور مُجھ سے سیکھو۔ کیُونکہ میں حلیم ہُوں اور دِل کا فروتن۔ تو تُمہاری جانیں آرام پائیں گی۔ کیُونکہ میرا جوا ملائم ہے اور میرا بوجھ ہلکا۔ (متی ۱۱: ۲۸-۳۰)

لفظ جُوا (عبرانی: عُول עֹל یونانی: زوگوس ζυγός) سے مراد خُدا اور اسکے کلام کی مکمل اطاعت تھی مگر یہودیت میں خُدا کے کلام کی تفاسیر و تشریحات نے خُدا کے کلام کو پس پُشت ڈال کر اسکی جگہ لی، خُدا کے کلام پر عمل کرنے سے مراد ربیوں کی مرتب کردہ خود ساختہ روایات و اضافی احکامات تھے جنکی پیروی ہر یہودی اور ابرہام کے خُدا پر ایمان لانے والے غیر یہودی پر ضروری تھی یہ ایسے احکامات تھے جنکا بائبل میں کوئی حکم نہ تھا البتہ ربی انہیں شریعت کے گرد باڑ لگانا قرار دیتے تھے۔۔ مثلاً سبت کو ہی لے لیجئے! خُداوند کریم نے انسان کو اپنی تمام تر مصروفیات میں سے ایک دن مکمل آرام اور عبادت کے الگ کرنے کا حکم دیا جس میں وہ اس میدیر کہ خُدا مہیا کرنے پر قادر ہے یعنی "یہوواہ یری" (יְהוָה יִרְאֶה) ہے۔ اپنے روزمرہ کے کاموں سے دستبردار ہو کر آرام کرے اور یہ دن خاص یہوواہ کی عبادت و پرستش میں گذارے۔ مگر یہودی علماء نے اس دن کیا کیا "نہ" کیا جائے اور کیا کیا "کیا" جائے کے متعلق اس قدر پیچیدہ احکامات وضع کئے کہ سبت جو خُدا کی طرف سے انسان کے لئے ایک تحفہ تھا ایک عام ایماندار کیلئے وبال جان بن گیا۔ سبت سے متعلق بنیادی طور پر ۳۰ اضافی احکام مرتب کئے گئے جنکی مزید تشریح سے سینکڑوں چھوٹے بڑے غیر بائبلی احکامات سامنے آئے اور سبت جو کہ صرف خُدا کا بابرکت آرام کا دن تھا اس دن کام نہ کرنے کی کوشش میں صرف ہونے لگا۔ دیکھئے مشناہ، شاتھ ۷: ۲ قاموس الکتاب صفحہ ۵۰۰، سبت

یہ بالکل ایسا ہی جیسے آج مسیحی ایماندار ہونے سے مراد کلیسیاء کی وضع کردہ تمام تعلیمات، رسومات اور روایات کی اطاعت ہے چاہئے انکا تعلق ایمان یا مسیح سے ہو یا نہ ہو۔ لہذا ''جوا'' اپنے اوپر لینے سے مراد صرف خُدا کے کلام کی اعطات نہیں بلکہ یہودی علماء کے مرتب کردہ خُود ساختہ احکامت کی پاسداری تھی اور اس جوئے کو اپنے اوپر سے اتار پھینکنا اس دور کی یہودیت کی مخالفت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب پولوس نے انسانی احکامت کی مخالفت کی تو انکے متعلق یہودیوں میں مشہور کر دیا گیا ہے کہ وہ شریعت کے خلاف تعلیم دیتے ہیں مگر رسولوں نے ہمیشہ اس الزام کی تردید کی۔ اعمال ۲۱-۲۱:۲۴

اسکے ساتھ ہی پطرس رسول مزید وضاحت کے لئے فرماتے ہیں کہ نجات پانے کے لئے یہودی یا غیر یہودی ہونا کسی بھی طرح کوئی اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ نجات ختنہ یا اپنا مذہب بدلنے سے نہیں بلکہ صرف خُداوند یسوع پر ایمان لانے کے وسیلہ خُدا کے فضل سے ملتی ہے (افسیوں ۲:۱۴) مگر یہ ''ایمان'' کیسا ہے جسکے وسیلہ خُدا تعالی کی نجات میسر ہے؟ عزیز قاری! کتاب مقدس میں ''ایمان'' لانا کوئی غیر مادی انسانی سوچ نہیں نہ ہی یہ انسان کے اندر کسی مخصوص چیز کے متعلق انسانی جذبات کا نام ہے۔ کتاب مقدس میں ایمان (عبرانی: אֱמוּנָה ایموناہ، یونانی: πίστις پِستِس) سے مراد کسی حقیقت پر مستحکم رہنے کا نام ہے اور اس استحکام کا اظہار ایماندار کے چال چلن سے ہوتا ہے۔ چناچہ یروشلیم کی مجلس کے صدر یعقوب رسول اپنے خط میں فرماتے ہیں:

غرض جیسے بدَن بغیر رُوح کے مردہ ہے وَیسے ہی اِیمان بھی بغیر اعمال کے مردہ ہے۔ یعقوب ۲:۲۶

یہ ''اعمال'' کچھ اور نہیں بلکہ خُدا تعالیٰ کے کلام اسکی شریعت کے مطابق زندگی بسر کرنا ہیں (یعقوب ۲:۹-۱۲) خُدا تعالی کے کلام کے مطابق زندگی بسر کرنا ہی کسی کے ''ایماندار'' ہونے کا ثبوت ہے۔ لکھا ہے کہ:

بلکہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ تُو تو اِیماندار ہے اور میں عمل کرنے والا ہُوں۔ تُو اپنا اِیمان بغیر اعمال کے تو مجھے دِکھا اور میں اپنا اِیمان اعمال سے تُجھے دِکھاؤں گا۔ (یعقوب ۲:۱۸)

یہی بات یوحنا رسول فرماتے ہیں کہ:

جو کوئی یہ کہتا ہے کہ میں اُسے جان گیا ہُوں اور اُس کے حکموں پر عمل نہیں کرتا وہ جھوٹا ہے اور اُس میں سچّائی نہیں۔ ہاں جو کوئی اُس کے کلام پر عمل کرے اُس میں یقیناً خُدا کی محبّت کامل ہو گئی ہے۔ ہمیں اِسی سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم اُس میں ہیں۔ جو کوئی یہ کہتا ہے کہ میں اُس میں قائم ہُوں تو چاہئے کہ یہ بھی اُسی طرح چلے جس طرح وہ چلتا تھا۔ (ا یوحنا ۲:۴-۶)

کلام ہمیں یسوع کے کامل نمونہ پر چلنے کی تلقین کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ ہم پر واجب ہے کہ ''ایمان'' لا کر ویسے ہی ''عمل'' کریں جیسے وہ یعنی خُداوند یسوع مسیح کرتا تھا۔ خُداوند یسوع ''بے عیب برّہ'' تھے جن میں کوئی نقص یا گناہ موجود نہ تھا (عبرانیوں ۹:۱۴) اور ہم جانتے ہیں کہ الٰہی شریعت کی مخالفت ہی در حقیقت گناہ ہے (ا یوحنا ۳:۴) لہذا جس ایمان سے نجات پانے کی بابت رسول مطمئن ہیں کہ ہم اسی ایمان کے وسیلہ نجات پاتے ہیں وہ ایمان ہمیں خُدا کے کلام کا پابند اور تابع بناتا ہے اُس سے باغی نہیں۔

آیت ۱۲

پھِر ساری جماعت چُپ رہی اور پولُس اور برنباس کا بیان سُننے لگی کہ خُدا نے اُن کی معرفت غیر قوموں میں کَیسے کَیسے نِشان اور عجِیب کام ظاہِر کِئے۔

ان بیانات کو دوہرانے کی وجہ غالبا یہ رہی ہو گی کہ نجات من اعمال کے نظریہ کے حامہ اشخاص پر واضح ہو جائے کہ خُدا تعالی کسی کا طرفدار نہیں اور خُدا ہی بنا کسی مذہبی و نسلی تفریق کے غیر اقوام میں بھی نشان اور عجیب کام ظاہر کر رہا ہے جو اول اول اس نے خُدا کے لوگوں میں ظاہر کئے لہذا کچھ فرق نہیں کہ اس ''طریق'' میں کسی کی مذہبی و نسلی حیثیت کیا ہے کیونکہ مسیح میں سب ایک ہیں (گلتیوں ۳:۲۸)

- ## آیات ۱۳ تا ۱۸

جب وہ خاموش ہُوئے تو یعقُوب کہنے لگا کہ اَے بھائیو میری سُنو! ۔شمعُون نے بیان کِیا ہے کہ خُدا نے پہلے پہل غَیر قَوموں پر کس طرح توجہ کی تا کہ اُن میں سے اپنے نام کی ایک اُمّت بنالے۔اور نبیوں کی باتیں بھی اِس کے مطابِق ہیں۔چُنانچہ لکھا ہے کہ ۔ اِن باتوں کے بعد میں پھِر آکر داؤد کے گرے ہُوئے خَیمہ کو اُٹھاؤں گا اور اُس کے پھٹے ٹُوٹے کی مرمّت کر کے اُسے کھڑا کرُوں گا۔ تا کہ باقی آدمی یعنی سب قَومیں جو میرے نام کی کہلاتی ہیں خُداوند کو تلاش کریں۔یہ وُہی خُداوند فرماتا ہے جو دُنیا کے شُروع سے اِن باتوں کی خَبر دیتا آیا ہے۔

اسکے بعد یعقوب رسول شمعون پطرس کی معرفت خُدا کی اُس بحالی کی شروعات کا ذکر کرتے ہیں جسکی بابت خُدا تعالی نے ہزار ہا بار انبیائے عہد عتیق کی معرفت پیش گوئی کی تھی۔وہ عاموس نبیؑ کے صحیفہ سے اقتباس کرتے ہیں اور خُدا تعالی کے اس عظیم منصوبہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ کیسے خُدا تعالی خُداوند یشوعا ہاماشیاخ ؑ کے عظیم کفارہ کے ذریعہ غیر اقوام کو اسرائیل میں پیوستہ کر کہ اپنے نام کی ''ایک اُمت'' بنائے گا۔اس موضوع کے بارے میں مزید معلومات کے لئے دیکھئے ''آخری ایام میں بحالی''

- آیت ۱۹

پَس میرا فَیصلہ یہ ہے کہ جو غَیر قَوموں میں سے خُدا کی طرف رُجوع ہوتے ہیں ہم اُن کو تکلِیف نہ دیں۔

یروشلیم کے منعقدہ اجلاس میں سب سے اہم کردار یقیناً یعقوب رسول نے ادا کیا جو کہ غالباً اس مجلس کے صدر تھے۔روایت پسند مسیحی تفسیر میں جیسا کے پہلے بیان کیا گیا ہے کہ اس مجلس کے فیصلہ کو اُس فیصلے سے یکسر مختلف بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو خُداوند کے ان یہودی رسولوں نے غیر اقوام سے آئی کلیسیاء کے لئے کیا۔ بعض مفسرین کے مطابق مجلس کا فیصلہ یہ تھا کہ غیر اقوام سے آئی کلیسیاء پر شریعت کا بوجھ نہ ڈالا جائے بلکہ انہیں صرف چند بنیادی باتوں سے پرہیز کرنے کا حکم دیا جائے کیونکہ شریعت یہودیوں کے لئے تھی اور نئے عہد نامہ کی کلیسیاء شریعت کی غلامی سے آزاد ہے۔ مگر اعمال ۱۵ کی اس مجلس کے فیصلے کی یہ تفسیر نہ صرف عہد عتیق کی تعلیمات سے متضاد ہے بلکہ پولوس رسول کی منادی کے بھی۔یہ کیونکر ممکن ہے کہ جب خُدا باپ ایک ہی ہے تو اسکی ہدایات اسکے احکامات کسی کے لئے کچھ ہوں اور کسی کے لئے کچھ اور؟ جب خُداوند پر ایمان لا کر ہم سب ''ایک'' ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی تو کہے کہ خُدا کے کلام میں درج سبت کی پیروی کی جائے اور کوئی کہہ دے کہ مجھ پر خُدا کا یہ کلام لاگو ہی نہیں! مگر بائبل مقدس پیدائش تا مکاشفہ ایک ہی بنیادی پیغام دیتی ہے اور وہ یہی ہے کہ خُدا ایک ہے اور اسکی امت بھی ایک ہے اسکی نجات بھی ایک ہے اور اسکی ہدایت بھی ایک،اسکا مسیح بھی ایک اور اسکی توریت بھی سبھی کے لئے ایک ہی ہے۔چناچہ لکھا ہے کہ :

جمع کے لیے یعنی تمہارے لیے اور اس پردیسی کے لیے جو تم میں رہتا ہو نسل در نسل دائما ایک ہی آئین رہے گا۔خداوند کے آگے پردیسی بھی ویسے ہی ہوں جیسے تم ہو۔ تمہارے لیے پردیسیوں کے لیے جو تمہارے ساتھ رہتے ہیں ایک ہی شرع اور ایک ہی قانون ہو۔(گنتی ۱۵:۱۵-۱۶)

مزید دیکھئے۔(خروج ۱۲:۴۹احبار ۲۴:۲۲)

نئے عہد نامہ میں پولوس اسی شریعت کی اسی تعلیم (دیکھئے اعمال ۲۲:۳) کے حق میں فرماتے ہیں:

کیا خُدا صِرف یہودِیوں کا ہی ہے غَیر قَوموں کا نہیں؟ بیشک غَیر قَوموں کا بھی ہے۔کیُونکہ ایک ہی خُدا ہے جو مختُونوں کو بھی اِیمان سے اور نا مختُوں کو بھی اِیمان ہی کے وسِیلہ سے راستباز ٹھہرائے گا۔پَس کیا ہم شَرِیعَت کو اِیمان سے باطِل کرتے ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ شَرِیعَت کو قائم رکھتے ہیں۔(رومیوں ۳:۲۹-۳۱)

مزید دیکھئے۔(۱ کرنتھیوں ۱۲:۱۳گلتیوں ۳:۲۸)

جب ایک ہی گھر کے افراد کیلئے دو الگ الگ قوانین نہیں ہو سکتے تو خُدائے واحِدالوُجود کی ایک بادشاہت کیلئے دو مختلف شریعتیں کیسے ہوسکتی ہیں؟(اس موضوع کے بارے میں مزید معلومات کے لئے دیکھئے ''یہوواہ کی شریعت یا مسیح کی؟'')ایسا ہرگز ممکن نہیں کہ ایک کام کسی کے لئے گناہ گنا جائے اور وہی کام کسی دوسرے کیلئے نیکی شمار ہو۔خُدا تعالی کا کلام ہر ایک ایمان دار کے لئے یکساں ہے خواہ ہو یونانی ہو یا یہودی۔ایمان لانے کے باعث ہم سب خُدا کی نظر میں ابرہام کی اولاد گنے جاتے ہیں اور باپ ابرہام کی اولاد کی ایک ہی شریعت ہے۔

• آیت ۲۰

مگر اُن کو لکھ بھیجیں کہ بُتوں کی مکرُوہات اور حرامکاری[۸] اور گلا گھونٹے ہُوئے جانوروں اور لہُو سے پرہیز کریں۔

بعض علماء نے ان چار احکامات یعنی بتوں کی مکروہات، حرامکاری، گلا گھونٹے ہوئے جانوروں اور لہو سے پرہیز کو نوحیٔ/نواخائڈ (Noachide) احکامات سے یا انکی ابتدائی شکل سے تعبیر کیا ہے۔ نواخائڈ احکامات وہ احکامات ہیں جنکے متعلق یہودی علماء[۹] خیال کرتے ہیں کہ غیر اقوام کو نجات پانے کے لئے صرف ان احکامات پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ تالمود[۱۰] کے مطابق خُدا نے شریعت بنی اسرائیل کو دی مگر غیر اقوام کو صرف یہی سات احکامات عطا کئے۔ یہودی روایات کے مطابق خُدا نے آدمؑ اور اسکی بیوی کو باغ عدن میں چھ احکام دیئے اور ساتوں حکم حضرت نوحؑ کو جو حیوان کا گوشت کھانے کے متعلق تھا دیا اس سے پہلے خُدا نے آدم اور حوا کو حیوان کا گوشت کھانے کے متعلق کوئی حکم نہیں دیا تھا اسی لئے یہ سات احکام حضرت نوح سے منسوب ہیں۔ تاہم ہم جانتے ہیں کہ یہ نام نہاد احکامات تالمودی کے زمانہ (۳۰۰ء سے ۵۰۰ء) کی ایجاد ہیں یہاں تک کہ ابتدائی یہودی تصانیف جیسے مشناہ[۱۱] (۲۰۰ء) میں بھی انکا کوئی واضح ذکر موجود نہیں۔ (اس موضوع پر مزید معلومات کے لئے دیکھئے "نوح کا عہد") یہ احکامات: ۱) بت پرستی کے متعلق۔ ۲) خون کرنے کے متعلق۔ ۳) چوری کے متعلق۔ ۴) خُدا کی توہین کے متعلق۔ ۵) جنسی بدکاری کے متعلق۔ ۶) زندہ خون نہ کھانے کے متعلق ۷) اور انصاف کیلئے عدالتوں کے قیام کے متعلق ہیں۔

یروشلیم کی مجلس اور نواخائڈ احکامات کا سرسری موازنہ کرنے سے ان دونوں ضابطوں میں واضح فرق آسانی سے دیکھا جاسکتا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ انکے پیچھے موجود، روایات اور نظریات میں بھی واضح فرق موجود ہے۔ بعض حضرات نے ان چار پابندیوں سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا ہے کہ غیر اقوام سے آئے ایمانداروں پر شریعت کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا انہیں صرف انہی چار باتوں سے اجتناب کرنا اور اُس شریعت پر عمل کرنا واجب ہے جسے نئے عہد نامہ میں دوہرایا گیا ہے۔ یہ تعلیم نہ صرف خوفناک حد تک واہیات ہے بلکہ کلیسیاء کے لئے بے حد خطرناک بھی کیونکہ نئے عہد نامہ میں جانوروں سے جنسی بدکاری، ازدواجی تعلقات میں امتیاز، پاک ناپاک کی تمیز اور بہت سے ایسے بنیادی احکامات دہرائے نہیں گئے جو صرف موسیٰ کی توریت میں موجود ہیں۔ اگر ان نام نہاد مسیحی حضرات کی مانی جائے تو انکے مطابق چونکہ ان احکامات کو نئے عہد نامہ میں دہرایا نہیں گیا اس لئے حیوان کے ساتھ بدکاری گناہ نہیں؟ نہ ہی سُور یا دیگر حرام جانورں کو بطور خوراک استعمال کرنا مکروہات میں شامل ہے؟ اور اپنی ہمشیر کے ساتھ شادی میں بھی کوئی حرج نہیں! یہ تعلیم سراسر نئے اور پرانے دونوں عہود کی تعلیم کے خلاف ہے۔ بالکل اسی طرح اگر نئے عہد کی کلیسیاء پر صرف ان چار پابندیوں کا اطلاق ہوتا ہے تو پھر یقیناً، خون کرنا یا چوری کرنا جیسے کام بھی یقیناً گناہ شمار نہیں کئے جاسکتے کیونکہ یروشلیم کی مجلس نے ان سے اجتناب کرنے سے ہرگز منع نہیں کیا۔

عزیز قاری! یعقوب رسول غیر اقوام سے آئے ان ایمانداروں کو ناصریوں کے فرقے میں شامل کرنے کے لئے بنیادی لائحہ عمل (عبرانی: ہالاخاہ بمعنی چال چلن) طے کررہے تھے تاکہ یہ ایماندار بنا کسی نسلی و مذہبی تفریق کے ابرہام، اصحاق اور یعقوب کے خُدا کی امت میں شامل ہوکر اسکی عبادت روح اور کامل سچائی کے ساتھ کریں سکیں۔ ان ۴ پابندیوں کا براہِ راست تعلق جس واحد چیز کے ساتھ تھا وہ "بت پرستی" تھی۔ پہلی صدی عیسوی کی تاریخ کا مشاہدہ اس بات کو بے حد واضح کردیتا ہے کہ یہودی رسولوں کے ذہنوں میں غیر اقوام سے آئے ان نومرید ایمانداروں کے متعلق جو چیز سب سے زیادہ اہمیت رکھتی تھی وہ یہی تھی کہ وہ "بت پرستی" سے ہر طرح کا پرہیز کریں۔ کیونکہ یہودی تاریخ سے اپنا سبق سیکھ چکے تھے اور وہ جانتے تھے کہ خُداتعالیٰ کی قدوس ذات کے نزدیک بت پرستی ہرگز قابل قبول نہیں اور یہی سبب ہے کہ خُدائے قدوس اِس قوم کو انبیاء کے وسیلہ بارہا بُت پرستی یعنی ملی جلی[۱۲] عبادت کرنے کے متعلق ملامت کرتا رہا تھا اور بنی اسرائیل کے شنوانہ ہونے کے سبب ہی بنی یہوداہ کو بابل میں ستّر سالہ اسیری برداشت کرنی پڑی۔ بابلی اسیری سے آنے کے بعد یہودی قوم اپنا سبق سیکھ چکی تھی جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ بت پرستی کو گناہِ عظیم تصور کیا جانے لگا۔ ہر وہ شخص جو یہودیت کا پیروکار (یہودی، یہودی نومرید یا خُداترس) نہیں وہ یقینی طور پر بت پرست تھا جس سے یہودیوں کی نفرت فطری تھی۔ یروشلیم کی مجلس کا مواقف ہر ممکن طرح سے اس بات کی یقین دہانی کرنا تھا کہ غیر اقوام سے آئے ایماندار پوری طرح بت پرستی سے پاک رہیں۔ مجلس میں جن چار چیزوں سے پرہیز کرنے کی تلقین کی گئی انکا تعلق براہِ راست یونانی—رومی دیومالائی مذہب[۱۳] اور اسکے بت پرستانہ رسم ورواج سے تھا۔ جنکا سامنا ان ایمانداروں کو روزانہ کیا بنیاد پر تھا۔

یہ سوال کے بِنایہودی بننے کے غیر بائبلی طریقہ کار کو اپنائے غیر اقوام کی بت پرستی میں شرکت سے پرہیز کو کیسے یقینی بنایا جائے ایک گھمبیر مدعا تھا۔ یونانی-رومی دیومالائی مذہب میں زناکاری، دیوی دیوتاوں کے لئے ضیافتیں، گلا گھونٹ کر قربانی اور خون کا استعمال عام تھا۔ جنسی بدکاری باقاعدہ مذہبی عقیدت مندی کے ساتھ مندروں میں کی جاتی تھی، مثلاً کرنتھس میں افروڈیٹی کا مندر اس سلسلے میں مشہور تھا۔ یہ دیوی بارآوری، محبت اور جنسی کشش کی دیوی تصور کی جاتی تھیں اسکا رومی نام وینس تھا۔ اسکے ساتھ ساتھ سیاسی و سماجی ضیافتیں بھی دیوی دیوتاوں کے مندروں کے احاطوں میں منعقد کی جاتیں تھیں جہاں ضیافت کو کسی خاص دیوی یا دیوتا کے نام سے منسوب کیا جاتا تھا۔ (۱ کرنتھیوں ۸:۱۰) خون کے استعمال کے متعلق یہ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ قربانی پیش کرنے والا جانور کا خون پیتا یا نہیں البتہ ایسے شواہد ضرور موجود ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ دیوتاوں کے کاہن جانور کے خون میں سے پیتے تھے[۱۵]۔ اگرچہ ان مندروں اور ان متعلقہ رسوم مذہبی نہیں بلکہ سیاسی یا ثقافتی نوعیت کی تھیں مثلاً ارتمس کا مشہور مندر ایک طرح سے افسس کے اسٹیٹ بینک کے طور پر بھی کام کرتا تھا جہاں رقم جمع یا قرض لی جا سکتی تھی[۱۶]۔ تاہم یہودیت کے نزدیک دیوی دیوتاوں سے منسوب تمام کام ”بت پرستی“ کے زمرے میں آتے تھے اس معاشرے کے ساتھ دیدادانستہ یا غیر دیدادانستہ کسی بھی قسم کا تعلق بت پرستی کے مترادف تھا۔ رسول اسی بات کو یقینی بنانا چاہتے تھے کہ ابرہام، اضحاق اور یعقوب کے خُدا کی امت میں شامل یہ نئے ایماندار ہر ممکن طرح سے اپنے معاشرے اور ارد گرد کے بت پرستانہ ماحول سے متاثر ہو کر دوبارہ انہی نکمی اور ضعیف باتوں کی طرف پھر سے رجوع نہ کریں جنہیں وہ مسیح میں پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ (گلتیوں ۴:۱۰-۸) یہ چار پابندیاں اس بات کو یقینی بنانے کے لئے عائد کی گئیں کہ غیر اقوام سے آئے یہ نئے ایماندار اُس بت پرست معاشرے انکے رسم و رواج اور طور طریقوں کے میں پڑھ کر واحد خُدا کی پرستش کو ترک نہ کر دیں۔ ان چار پابندیوں کے پیچھے کار فرما نظریہ نئے عہد نامہ کی ایجاد نہیں بلکہ ان کا مصدر اور بنیاد بھی مقدس توریت ہی ہے۔ دیکھئے احبار ۱۷-۱۸ ابواب

• آیت ۲۱

کیُونکہ قدِیم زمانہ سے ہر شہر میں موسیٰ کی توریت کی منادی کرنے والے ہوتے چلے آئے ہیں اور وہ ہر سَبت کو عبادت خانوں میں سُنائی جاتی ہے۔

اکثر مسیحی مفسرین نے یروشلیم کی مجلس کے رسولی فیصلے کو بیان کرتے ہوئے اس آیت کو یکسر نظر انداز کیا ہے۔ جبکہ یہ آیت یروشلیم کی مجلس کے فیصلے کو سمجھنے میں کلیدی حیثیت کی حامل ہے۔ یعقوب رسول کی مقرر کردہ چار پابندیوں کی وجہ یہی تھی کہ موسیٰ کی توریت کی منادی ہر سبت پرانے زمانہ سے ہوتی آئی ہے۔ پر اس سے کیا مراد ہے۔؟ موسیٰ کی توریت کی منادی کا غیر یہودی ایمانداروں سے کیا واسطہ؟ جب موسیٰ کی توریت ان پر لاگو ہی نہیں تو ہر سبت اسکی منادی انکی زندگی میں کیا اہمیت رکھتی ہے؟ یہ پابندیاں اس لئے عائد کی گئیں کیونکہ رسول یہ جانتے تھے کہ یہ غیر یہودی ایماندار شریعت کے ان چار احکامات سے ضرور واقف ہونگے کیونکہ انکے شہروں میں عبادت خانوں (سائناگوگ Synagogue) میں ہر سبت توریت کی منادی کرنے والے ہوتے چلے آئے ہیں۔

اس آیت کی تشریح کے لئے رسولی کلیسیاء کے عبادت کے طریقہ کو جاننا بے حد ضروری ہے۔ کیونکہ یہ جان لینے کے بعد کہ ابتدائی کلیسیاء کا طریقہ عبادت کیا تھا ہمیں زیرِ بحث آیت کی درست تشریح کرنے میں بہت مدد ملتی ہے۔ ابتدائی کلیسیاء جن میں یہودی اور غیر یہودی دونوں شامل تھے خُداوند کے صعود کے بعد عبادت کیلئے مقدس ہیکل (اعمال ۲:۴۶-۳:۱-۲۱:۲۶-۲۴:۱۱) گھروں (اعمال ۲:۴۶ رومیوں ۱۶:۵) اور یہودی عبادت خانوں میں عبادت کیا کرتے تھے۔ (یعقوب ۲:۲، اعمال ۱۸:۴- ۱۷:۴-۱۴:۱، ۱۳:۴۳) بد قسمتی سے رسولوں کے بعد مسیحیت نے یہودیت کے ساتھ اپنا تعلق آہستہ آہستہ ختم کر دیا اور عبرانیت کی جگہ یونانیت کو دے دی جسکے نتائج خطر خواہ ثابت نہ ہوئے۔ رسولوں کے زمانہ میں عبادت خانے یا سائناگاگز بہت اہمیت کے حامل تھے جو نہ صرف اسرائیل کی مقامی مذہبی زندگی کے لئے بلکہ پراگندی[۱۷] کے باعث اپنی خُداداد ملکیت سے دور بسنے والے اسرائیلیوں کے لئے بھی اپنے بائبلی عقائد کو زندہ رکھنے کیلئے بے حد ضروری تھے۔ یوسیفس[۱۸] سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ خُداوند کے زمانہ میں سائناگاگز نہ صرف ارضِ مقدس میں بلکہ دنیا بھر میں موجود تھے۔ یہودی روایات کے مقدس جہاں کہیں دس (۱۰) سے زیادہ بالغ یہودی مرد موجود تھے وہاں سائناگاگ کا قیام لازم تھا۔ اسکا نتیجہ یہ نکلا کے مشرق سے مغرب تک جہاں کہیں اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑیں چھوٹی یا بڑی تعداد میں موجود تھیں وہاں سائناگاگز موجود تھے۔ اور ظاہر ہے کہ ابرہام، اضحاق اور یعقوب کے خُدا کی عبادت کے لئے غیر اقوام انہی عبادت خانوں یا سائناگاگز کی طرف رجوع کرتے تھے نہ کہ زیوس یا اپولو کے

مندروں کی طرف۔ یہاں یہ غیر قوم نومرید اور خُداترس خُدا کے لوگوں کے ساتھ مل کر خُدائے موجود کی عبادت کرتے اور بائبلی عقائد، تہذیب اور ثقافت کے متعلق سیکھتے۔ ہر سبت توریت کی تلاوت اور پھر اسکا آرامی زبان میں آزاد تفسیری ترجمہ[۱۹] پیش کیا جاتا تھا۔ جب یہودی مسیح کے یہودی رسولوں نے منادی شروع کی تو رسولوں نے انہی عبادت خانوں کا رُخ کیا جہاں یہودی اور غیر یہودی ایک ساتھ مل کر خُدائے موجود کی عبادت کرتے اور اسکے کلام یعنی توریت کی تعلیم پاتے تھے۔ رسولوں کی منادی سے بہت سے یہودی اور غیر یہودی ایمان لائے مگر یہ سوچنا ہر گز معقول نہیں کہ یہ لوگ ایمان لانے کے بعد عبادت خانہ اور توریت کی تعلیم کو ترک کر دیتے ہونگے۔ کیونکہ نہ تو ایسا کرنے کی کوئی معقول وجہ تھی اور نہ ہی ضرورت۔ اسکے برعکس ہمیں تاریخ سے ایسے شواہد ملتے ہیں کہ مسیح پر ایمان لانے والے مسیحی اور یہودی ایک ساتھ عبادت خانوں میں ایک ساتھ خُداوند اپنے خُدا کی عبادت کیا کرتے تھے۔ مثلاً یعقوب ۲:۲ میں یعقوب رسول امیر کے ایمانداروں کی "جماعت" میں آنے کا ذکر کرتے ہیں یہاں یونانی لفظ سُناگوگن Synagogen استعمال ہوا ہے (اسی سے انگریزی لفظ سائناگاگ Synagogue بنا ہے) جسکا ترجمہ "جماعت" کیا گیا ہے لیکن عہد جدید کے یونانی متن میں جہاں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے وہاں اسکا ترجمہ ہمیشہ عبادت خانہ کیا گیا ہے۔ مثلاً دیکھئے متی ۴:۲۳، مرقس ۱:۲۱، لوقا ۴:۱۶، یوحنا ۶:۵۹، اعمال ۶:۹ وغیرہ۔ اس آیت سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ ابتدائی رسولی کلیسیاء ہیکل، اور گھروں کے ساتھ ساتھ عبادت خانوں یعنی سائناگاگز میں بھی جمع ہوا کرتے تھے۔ رسولوں کی وفات کے بعد پہلی صدی کے آخر اور دوسری صدی کے ابتدائی ایام میں جب یہودیوں اور ناصریوں[۲۰] کے اختلاف بہت بڑھ گئے تو مسیحیت نے یہودی اختلافات، الزامات اور بُغض کے باعث خود کو یہودیت سے الگ کر لیا اور ہوتے ہوتے ایک الگ مذہب بن کر ابھری۔ (اس موضوع کے متعلق مزید جاننے کیلئے دیکھئے ابتدائی کلیسیاء اور ہمارے چرچ)

• مجلس کا فیصلہ

یعقوب رسول یا کسی اور رُکنِ مجلس نے اس تمام مجلس میں شریعت یعنی کلام خُدا کی مخالفت نہیں کی اور نہ ہی غیر اقوام پر شریعت کی اطاعت کو غیر واجب قرار دیا۔ اسکے برعکس اس مجلس کا فیصلہ یہ تھا کہ نجات پانے کا تعلق مختونی یا غیر مختونی کے ساتھ نہیں نہ ہی بنی اسرائیل میں سے ہونا نجات کی ضمانت ہے نہ ہی غیر اسرائیلی ہونا نجات پانے میں کسی قسم کی رکاوٹ کا باعث ہے۔ نجات پانے یعنی آنے والے جہاں میں شمولیت کے لئے صرف ایمان لانے کی ضرورت ہے۔ کلام پر عمل اس ایمان کا اظہار ضرور ہو سکتی ہے مگر ایمان کے بغیر خُدا کو پسند آنا ناممکن ہے اور یہ ایمان اعمال کے بغیر مردہ ہے۔ ایمان اور اعمال کا تعلق اس گہرا ہے کہ ایک کے بغیر دوسرے کا وجود ادھورا ہے۔ خُدا تعالیٰ اسی ایمان کے وسیلہ سے اپنے عظیم فضل کے ذریعہ یہودی اور غیر یہودی دونوں کو نجات مفت عطا کرتے ہیں جسکے لئے کسی عمل کی ضرورت نہیں۔ رسول نجات کے متعلق انسانی احکام کا وہ جُوا جسے زمانہ قدیم سے کوئی اٹھا نہیں پایا تھا اور انسانی تعلیم کے اس جُوے کو جس نے ختنہ کے مقدس حکم کو جو ابراہمی عہد میں شمولیت کا اظہار تھا یہودی اور غیر یہودی، پاک و ناپاک، نجات یافتہ و غیر نجات یافتہ کا امتیازی نشان بنا دیا تھا غیر اقوام سے آئے نئے ایمانداروں پر ڈالنا نہیں چاہتے تھے۔ اور اس بات کے قائل تھے کہ ایمان لانے کے سبب سے یہودی اور غیر یہودی دونوں برابر ہیں اور اس بات کی خبر کے آخر الایام میں خُدا یہودی اور غیر یہودی کو لیکر اپنے نام کی "ایک امت" یعنی اسرائیل (رومیوں ۱۱ باب) بنائے گا۔ خُدا تعالیٰ ابتدا ہی سے دیتے آئے ہیں۔ لہذا خُدا کے اس عظیم منصوبہ میں شامل ہونے کے لئے غیر یہودی ایمانداروں کو صرف ایمان کی ضرورت ہے۔ اور اس ایمان کا ثبوت بت پرستی جیسے مکروہ کام یعنی رومی و یونانی مندروں کی رسومات، تہواروں اور ضیافتوں سے ہر طرح کا پرہیز کرنے سے ظاہر ہوگا۔ اسکے بعد یہ ایمان دار سبت موسیٰ کی توریت کی منادی سے بتدریج اپنے ایمان میں بڑھتے رہیں گے۔ رسول چاہتے تھے کہ یہ نجات یافتہ ایماندار بنیادی طور پر بُت پرستی سے متعلقہ چار چیزوں گلا گھونٹے ہوئے جانورں، لہو، حرامکاری اور بتوں کی مکروہات سے پرہیز کریں اور خُدا کی اُمّت کے باقی قوائد اور طور طریقے ہر سبت اپنے عبادت خانہ میں موسیٰ کی توریت کی منادی سے سیکھیں۔ یہ بالکل ایسا ہے کہ جیسے عصر حاضر میں آپکی جماعت میں غیر قوم سے کوئی شخص منجی عالمین پر ایمان لا کر داخل ہوتا ہے۔ تو ہمارا رویہ اسکے ساتھ یہ نہیں ہوتا کہ وہ ایمان لا کر اور بپتسمہ پا کر راتوں رات بائبل مقدس اور کلیسیاء کے تمام طور طریقوں کو حفظ کر لے اور اگلی صبح "سچا" مسیحی بن جائے۔ بلکہ ہمارا رویہ یہی ہوتا ہے جو رسولوں کا تھا یعنی ہم اس بھائی یا بہن کو پہلے خُدا تعالیٰ کے متعلق بنیادی باتوں سے آشنا کرواتے ہیں اور پھر منجی عالمین کے نمونہ پر چلنا وہ آہستہ آہستہ مقدسین کی رفاقت و شراکت سے سیکھتا یا سیکھتی ہے۔ بالکل یہی حکمت عملی یعقوب رسول نے بھی اپنائی۔ انہوں نے کلیسیاء کے لئے بنیادی لائحہ عمل طے کیا اور کلیسیاء کو

کلام مقدس میں بتدریج ترقی کرتے رہنے اور کلام کو سیکھنے اور سمجھنے کے لئے موسیٰ کی توریت کی طرف رجوع کرنے کی تلقین کی۔اور یہ فیصلہ عین مسیح کے اس ارشاد کے مطابق تھا جو انہوں نے اپنے شاگردوں کو اپنی مصلوبیت سے پہلے فرمایا تھا کہ :

اُس وقت یِسُوع نے بِھیڑ سے اور اپنے شاگِردوں سے یہ باتیں کہیں کہ فقِیہ اور فریسی موسیٰ کی گدّی پر بَیٹھے ہیں۔

پَس جو کُچھ وہ تُمھیں بتائیں وہ سب کرو اور مانو۔ لیکن اُن کے سے کام نہ کرو کیونکہ وہ کہتے ہیں اور کرتے نہیں۔(متی ۲۳: ۱-۳)[۲۱]

خُداوند نے بھی موسیٰ کی گدی سے سنائی جانے والی توریت کی اطاعت کا حکم دیا اور فقیہوں اور فریسیوں کی خود ساختہ تعلیمات کے خلاف تعلیم دی اور خُداوند کا یہی نظریہ مجلس کے اس رسولی فیصلہ کے پیچھے کار فرما تھا۔ جہاں انسانی احکامات کے جوے کو رد کیا گیا مگر خُدا تعالیٰ کے الہام کو غیر اقوام سے آئے مسیحیوں کے لئے لازم قرار دیا گیا۔

خُداوند ہمیں اپنی کامل توریت، صحائف الانبیاء اور اپنے مسیح کو سمجھنے کی توفیق عطا کرے!۔۔۔آمین!

فُٹ نوٹس

۱ انگریزی میں اسے کانٹیکٹس Context کہا جاتا ہے اس موضوع کے بارے میں مزید معلومات کے لئے دیکھئے سیاق وسباق کیا ہے۔

۲ عہد عتیق کے لئے عبرانی اصطلاح بمعانی توراہ (توریت) نویم (انبیاء) کیتوویم (دیگر صحائف)

۳ آسمان کی بادشاہت کے لئے عبرانی اصطلاح عبرانی میں עוֹלָם הַבָּא "عولام ہبا" (آنے والا زمانہ)

۴ Proselyte

۵ Yehovah Yireh

۶ دیکھئے عاموس ۹: ۱۱۔لوقا نے عہد عتیق کے یونانی ترجمہ سپٹواجینٹ سے اقتباس کیا ہے۔

۷ یسوع المسیح کا عبرانی نام۔یشوعا (یسوع) ہامیشاخ (المسیح)

۸ یہاں یونانی لفظ پورونیا (Porneia) استعمال ہوا ہے، انگریزی لفظ Porn اسی سے مشتق ہے۔بعض کے مطابق اس سے مراد غیر بائبلی ازدواجی تعلقات ہیں، تاہم یہ لفظ احبار ۱۸ کے یونانی متن میں کبھی استعمال نہیں ہوا۔البتہ اکرنتھیوں ۷: ۲ میں یہ لفظ ہم جنس پرستی کے لئے استعمال ہوا ہے۔

۹ جیسے یہودیت کے مشہور ربّی میمونائڈس دیکھئے مشناہ توراہ، ہلخوت ملاخیم ۱۱: ۸

۱۰ بابلی تالمود، سنہیڈرن ۵۶ الف-۶۹، عابوداہ زاراہ، ۶۴ بے۔

۱۱ Mishnah

۱۲ Mixed Worship, یعنی خُداوند خُدا کی عبادت کے ساتھ ساتھ غیر معبودوں کی عبادت بھی یعنی انکے رسومات، روایات اور طور طریقوں پر بھی عمل کیا جائے۔ افسوس کہ مسیحیت میں ایسی بے شمار روایات، رسومات اور عقائد شامل کر دئے گئے ہیں جنکا تعلق انہی بت پرست مذاہب کے غیر معبودوں کی پرستش کے ساتھ تھا۔

۱۳ Greco-Roman Mythology

۱۴۔

۱۵۔The Romans and Their Gods in the Age of Augustus, New York 1969, R.M Ogilvie 49ff

۱۶۔The Oxford Companion To The Bible, Page 60

۱۷۔بنی اسرائیل کی اپنے وقت سے پراگندی کو Diaspora کہا جاتا ہے۔

۱۸۔فلاویس یوسیفس (Flavius Josephus) پہلی صدی کا تاریخ دان تھا جس نے مشہور کتب یہودی جنگ نامے اور یہودیوں کے تاریخ تالیف کی۔

۱۹۔Interpretational Translation۔ان تفاسیر کو میں تار گوم (جمع: تار گو میم بمعنی ترجمے) کہا جاتا ہے۔

۲۰۔یہودی "خوشخبری کی منادی" کی طریق کو یہودیوں کا ایک فرقہ (اعمال ۲۴:۵) ہی گردانتے تھے جسے وہ ناصریوں (نوتصریم) کا فرقہ کہتے تھے غالباً اسکی وجہ خداوند کے نام یسوع کے ساتھ "ناصری" کا ہونا تھا۔(یشوعا ہانوتصری) غیر یہودیوں نے خُدا کے پیروکاروں کو مسیحی (خرسٹی اَنُس) کہا۔(اعمال ۱۱:۲۶)

۲۱۔متی کے عبرانی متن جسے شیم طوؤ عبرانی متی (Shem Tov's Hebrew Matthew) کہا جاتا میں پس جو کچھ وہ تمہیں بتائیں کی جگہ پس جو کچھ وہ تمہیں بتائے (یعنی موسیٰ)۔ہے اور لیکن اُن کے سے کام نہ کرو۔کی جگہ انکے احکامات اور کاموں پر نہ چلو لکھا ہے۔ Hebrew Gospel Of Mathew, George Howard, Mercer University Press 1995, Georgia USA Page 112

آپکی سلامتی ہو